Fikr-o-Nasar (Islamabad) 21:6 (1983)

معجزہ معرفتِ نبوت کا ایک ذریعہ

محمد میاں صدیقی

لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نبی اور رسول بھیجے تاکہ اُن برگزیدہ ہستیوں کے واسطہ سے لوگوں تک اپنے احکام پہنچائیں، اور "الست بربکم" (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں) کا بھولا ہوا وعدہ ان کو یاد دلائیں۔ ان پر اتمام حجت کریں، تاکہ انبیائے کرام کی تعلیم و تبلیغ کے بعد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام قبول کرنے میں کوئی عذر باقی نہ رہے۔

انبیاء و رسل علیہم السلام کیوں کہ تشکل و شباہت میں دوسرے انسانوں کی طرح ہوتے ہیں، اور معمولی عقل و فہم رکھنے والے لوگ ان کے محاسنِ اخلاق و صفات سے ان کو پہچاننے سے قاصر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بدیہی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، اُن پر انبیائے کرام کی صداقت و حقانیت ثابت کرنے کے لئے ایسے امور کا ظاہر کرنا ضروری ہوتا ہے جن کا مثل لانے سے مخلوق عاجز و درماندہ ہو، اور ان امور کو دیکھ کر یہ یقین کرے کہ یہ تائیدِ ربّانی ہے جو کسی ظاہری سبب کے بغیر اللہ کے حکم سے نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہی ہے۔ انہی غیر معمولی امور کو معجزہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

معجزہ کی تعریف: جو امر ظاہری اسباب کے خلاف نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کا کھانا ایک آدمی کو کافی ہو جائے اور وہ اسے سیر کر دے تو یہ

معجزہ نہیں کیونکہ عادت کے مطابق ہے۔ ہاں اگر ایک آدمی کا کھانا دس، بیس یا پچاس آدمیوں کو سیر کردے، یا ایک گلاس پانی سے بہت سے لوگوں کی پیاس بجھ جائے تو یہ معجزہ ہے۔ کیونکہ یہ بات ظاہری اسباب کے خلاف ہے، جو امر اسباب اور آلات کی مدد سے وقوع پذیر ہوگا وہ معجزہ اور خارقِ عادت نہیں کہلا سکتا۔ جیسے علاج اور دوا سے بیمار کا تندرست ہونا، جادو اور ٹوٹکے سے عجیب و غریب باتوں کا ظاہر ہونا خارقِ عادات نہیں کہلائے گا۔ اس لئے کہ یہ تمام چیزیں اسباب پر مبنی ہیں جو سیکھنے اور سکھانے سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

علمائے اسلام نے نبوت و رسالت کی معرفت اور پہچان کے مختلف طریقے بیان کئے ہیں، ان میں سے ایک طریقہ اور ذریعہ معجزہ ہے۔

علامہ سید محمد بن مرتضیٰ اسبحانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"انبیائے کرام اور اصحاب مکروفریب میں بین فرق ہوتا ہے۔ انبیاء کی پیشانیوں پر تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کے انوار و آثار آفتاب کی شعاعوں سے زیادہ درخشاں نظر آتے ہیں، صلاح و رشد کے آثار ان کے مبارک چہروں پر عیاں ہوتے ہیں، ایثار، سخاوت، جود و کرم، استغناء، غریبوں اور مسکینوں کی حاجت روائی، عفو و درگذر جیسی صفات ان کی رگ و پے میں سرایت کی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایک ارشاد میں اسی طرف اشارہ کرتے ہیں: ام لم یعرفوا رسولهم فهم له منكرون کیا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا، پس وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں۔

بخلاف اصحاب مکروفریب کے کہ ان کے چہروں پر حرص و ہوس، بخل اور حب دنیا کی صفات نمایاں ہوتی ہیں، اہل دولت و ثروت کو اپنی طرف مائل کرنا، اور ان کے ذریعے اپنی اغراض پوری کرنا ان کا مقصدِ اولین ہوتا ہے۔"[1]

امام راغب اصفہانی نے اس عنوان پر طویل اور حقیقت افروز بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ہر نبی کے لئے دو قسم کی نشانیاں اور علامات ہیں، جن کے ذریعے اللہ کے نبی کو پہچانا جا سکتا ہے۔ ایک عقلی جن کو ارباب بصیرت، شہدا اور صالحین پہچانتے ہیں، اور دوسری حسی نشانیاں جنہیں ہر شخص آسانی کے ساتھ بغیر کسی فکر و تدبر کے پہچان سکتا ہے۔

پہلی یعنی عقلی نشانی: انبیائے کرام کی پسندیدہ صورتیں، پاکیزہ اصول، مافوق الفطرت علوم و معارف دلائل و براہین اور ایسے انوار و برکات جن کا اہل نظر اور ارباب بصیرت پر مخفی رہنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ ہر نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے خاندان سے ہو جو سب سے اعلیٰ و ارفع ہو، عقل و فہم میں سب سے ممتاز ہو کوئی نبی ایسے خاندان اور گھرانے سے نہیں ہوتا جو ذہنی طور پر مفلس ہو۔ قرآن کریم وضاحت کرتا ہے کہ اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو نبوت و رسالت کے لئے چن لیا، اور نبوت کو اسی گھرانے میں منحصر کر دیا۔ کیوں کہ یہ گھرانا سب سے افضل اور سب سے ارفع ہے"۔(۲)

اسی ذیل میں امام راغب لکھتے ہیں کہ:

"انبیائے کرام کے چہروں پر ایسے انوار نمایاں ہوتے ہیں جو دیکھنے والوں کو مبہوت کر دیتے ہیں، ان کے بہترین اخلاق لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اے موسیٰ میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت ڈال دی ہے اور نبی علیہ السلام کے حق میں ہے۔ انک لعلیٰ خلق عظیم کہ بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ رتبہ پر ہیں۔

نیز نبی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا کلام اور گفتگو مکمل اور مدلل ہو، سننے والوں کے لئے اطمینان قلب کا باعث ہو، ان احوال کے حاصل ہونے کے بعد صاحب بصیرت کو کسی معجزہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اور نہ ہی وہ نبی سے معجزہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی علیہ السلام نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے اسلام پیش کیا تو انہوں نے نہ کوئی دلیل مانگی، نہ معجزہ طلب کیا، نہ

کسی قسم کے تردد میں پڑے فوراً آپ کی دعوت قبول کرلی۔ حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ: میں نے جس کسی کے سامنے بھی اسلام پیش کیا اسے کچھ نہ کچھ تردد ہوا، سوائے ابوبکر کے انہوں نے بغیر کسی سوچ وبچار کے میری دعوت اسلام کو قبول کیا۔[۲]

دوسری نشانی : نبی کو پہچاننے کا دوسرا ذریعہ حسّی اور بدیہی ہے اسے ہم معجزہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ معجزہ ایسی چیز ہے کہ انسان کے ظاہری حواس اس کا ادراک کرتے ہیں۔

معجزہ کا طالب یا تو وہ شخص ہوتا ہے جو عقل وفہم میں ناقص ہو، اور کلام الٰہی اور کلام بشری میں فرق وامتیاز نہ کرسکتا ہو اور نہ اُسے ان امور کا ادراک وشعور ہو جو نبی کی صفات سے نمایاں ہوتے ہیں، اس لئے وہ ایسی چیز کا طلب گار ہوتا ہے جس کا احساس وادراک کسی غور وفکر کے بغیر صرف ظاہری طور پہ معلوم ومحسوس ہوسکے، یا معجزہ وہ شخص طلب کرتا ہے جس کی طبیعت میں ضد ہو، اور کج بحثی کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نہ ہو۔ جیسے مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے زمین سے پانی کا کوئی چشمہ نہ نکال دیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے بھی معرفتِ نبوت کے ضمن میں بہت عمدہ بحث کی ہے لکھتے ہیں:

"کسی نبی کی نبوت کا علم اس کے حالات معلوم ہونے پہ موقوف ہے، خواہ وہ حالات مشاہدہ سے معلوم ہوئے ہوں یا نقل متواتر سے۔ مثلاً جو شخص علم فقہ یا علم طب سے تھوڑا بہت بھی واقف ہوگا وہ فقہاء اور اطباء کو ان کے حالات کے ذریعہ پہچان سکتا ہے۔

جس طرح امام شافعی کا فقیہ ہونا، اور جالینوس کا طبیب ہونا، ان کے حالات کے مشاہدہ، ان کی باتوں کے سننے اور ان کی تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے اسی طرح نبی کی نبوت کا علم بھی اس کے حالات کے مشاہدہ یا اس کی باتیں سننے سے ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص تردد اور شک وشبہ میں مبتلا ہے تو پھر اس کی تعلیمات پہ عمل کرکے دیکھے کیوں کہ جس طرح ایک

طبیب کا طبیب ہونا اس کی تبلائی ہوئی دواؤں کے استعمال اور تجربہ سے معلوم ہو سکتا ہے اسی طرح طبیب روحانی یعنی نبی اور رسول کا نبی ہونا اس کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرکے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

نبی کی تعلیمات پر عمل سے چند ہی روز میں معلوم ہو جائے گا کہ واقعی یہ شخص اللہ کا فرستادہ اور اس کا برحق نبی ہے جس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے چند ہی روز میں روحانی اور قلبی امراض کا ازالہ ہو گیا۔(۴)

امام ابن تیمیہؒ نے بھی (شرح عقیدۂ اصفہانیہ میں) معرفت بالنبوۃ کے طریق پر کلام کیا ہے۔ اسی بحث کے دوران لکھتے ہیں کہ :

" جب معمولی امور میں صدق و کذب مخفی نہیں رہتا، صادق کاذب سے ممتاز ہو جاتا ہے، تو نبوت و رسالت کی شان تو بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہے۔ وہاں صدق و کذب کیسے ملتبس ہو سکتا ہے۔ ایک افضل کا ارذل سے اور اکمل کا انقص سے ممتاز اور جدا نہ ہونا عقلی اور مشاہداتی طور پر ممکن نہیں ہے صادق کا صدق اور کاذب کا کذب ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ انسان اپنی سیرت، اپنی عادات اور صفات کو کتنا ہی کیوں نہ چھپائے مگر اس کا چہرہ اور اس کی زبان ایک نہ ایک دن ان کی گواہی دے کر رہتی ہے۔(۵)

معجزہ نبوت و رسالت کی عملی تصدیق ہے: جو نبی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا رسول برحق ہوں، اگر میری بات سنو گے تو نجات پاؤ گے ورنہ دائمی عذاب میں گرفتار ہو گے۔ فلاح و کامیابی اور نجات کا راز صرف میری پیروی میں مضمر ہے۔ اور یہ دعویٰ اللہ کے سامنے کرتا ہے، اس کی سرزمین پر کرتا ہے اور یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ میرے ہاتھ اور زبان سے ایسے امور ظاہر کرتا ہے جو عام انسانی عادت کے خلاف ہیں۔ دنیا ان کی مثال لانے سے عاجز و درماندہ ہو گی اور پھر لوگ اس کے مطابق مشاہدہ بھی کریں تو یہ عملی طور پر اس کے دعوے کی تصدیق ہے اور اللہ تعالیٰ کسی جھوٹے

امر کی تصدیق نہیں کر سکتے اس لئے نبی کا دعویٰ معجزے کے ظہور کے بعد سچا ثابت ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کیوں کہ تمام سچائیوں کا سرچشمہ ہیں وہ کسی کو یہ قدرت اور دسترس ہرگز نہیں دے سکتے کہ وہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے ایسے خوارق عادات دکھائے جن کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہو جائے۔

انبیاء ظاہری طور پہ انسانوں کے ہم شکل ہوتے ہیں مگر باطنی طور پہ انسانوں سے ممتاز اور جدا ہوتے ہیں۔ایک ذہین اور زیرک اور معمولی عقل وفہم والے شخص میں بظاہر کوئی خاص فرق محسوس نہیں ہوتا۔مگر حقیقت میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے ایسے ہی انبیاء کرامؑ روحانی قوت کے اعتبار سے سب سے جدا اور ممتاز ہوتے ہیں۔ایک عام آدمی اس امتیاز کو محسوس کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔اس امتیاز کو کلی طور پہ ظاہر کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ قوت معجزات عطا کرتے ہیں تاکہ ان میں اور دوسروں میں بہر نوع فرق و امتیاز واضح ہو جائے اور یہ ظاہری امتیاز اور برتری، ان کی صداقت کی حسی دلیل بن جائے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ فذانك برھانان من ربك۔[۶] یعنی اے موسیٰ:۔ یہ عصا اور ید بیضا کے دو معجزے تیرے پروردگار کی طرف سے، تیری نبوت کی دو روشن دلیلیں ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو فرمایا: اذھب انت و اخوك بآیاتی۔[۷] تم اور تمہارے بھائی۔ ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ چنانچہ جب فرعون کے پاس گئے تو یہی کہا کہ ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اور اس کی نشانیاں ہمارے ساتھ موجود ہیں اور ان نشانیوں کو دیکھ کر جادوگر ایمان لائے۔

اہل عقل وفہم اور اہل انصاف معجزات دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ ان امور کا ظہور تائید الٰہی کے بغیر ممکن نہیں اور یہ شخص صادق و امین ہے ،بلاشبہ خدا کا بھیجا ہوا ہے یہ جو کچھ کہتا ہے

اسے قبول کر لینا چاہیئے۔(۸)

قرآن حکیم انبیائے کرامؑ کے معجزات کے ذکر سے بھرا پڑا ہے، اللہ تعالیٰ نے جب کوئی رسول بھیجا اس کی تائید اور تصدیق کے لئے اسے معجزات کی قدرت و قوت سے نوازا، تاکہ وہ اس کے دعوے کی دلیل اور عملی تصدیق بن سکیں۔ ان معجزات کو قرآن آیات بینات" یعنی روشن دلیلوں سے تعبیر کرتا ہے۔ بعض حضرات معجزات کو محال سمجھ کر اس کا انکار کرتے ہیں، وہ اپنے انکار کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ معجزہ، عام قانون قدرت کے خلاف ہے۔

کوئی ان لوگوں سے پوچھے کہ ان کے پاس قانون قدرت کا کونسا پیمانہ ہے جس کی بنا پر وہ حکم لگاتے ہیں کہ فلاں امر قانون قدرت کے مطابق ہے اور فلاں خلاف ہے۔

ظاہر ہے کہ آج تک آسمان سے کوئی ایسی کتاب نہیں اتری جس میں قدرت خداوندی کے اصول و ضوابط تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہوں اور نہ ہی دنیا میں اس موضوع پر کوئی کتاب لکھی گئی، لکھی بھی کیسے جاتی محدود قدرت و وسائل کا حامل انسان، خدا کی غیر محدود قدرت کے قوانین اور اصول و ضوابط پر کوئی کتاب کیسے لکھ سکتا ہے۔

معجزہ اور خرق و عادت اگر محال نظر آتا ہے تو عام جسمانی قوتوں کے اعتبار سے محال نظر آتا ہے۔ لیکن روحانی قوت کے اعتبار سے ان کو محال نہیں کہا جا سکتا۔

انسان خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو، بیک وقت دس بارہ من وزن بھی نہیں اٹھا سکتا۔ لیکن بجلی کی طاقت سے چلنے والی چھوٹی سی مشین ہزاروں من وزنی اشیاء بیک وقت اٹھا بھی لیتی ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ گھسیٹ کر لے بھی جاتی ہے۔

معجزات کی حکمت : نبوت و رسالت، اللہ کے اور بندوں کے درمیان ایک سفارت ہے اور ظاہر ہے کہ سفارت کے لئے امتیازی صفات کا ہونا ضروری ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے

پیغمبروں کے ہاتھ پر اپنی قدرت کے کرشمے اور نشانات ظاہر کئے جس سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہوجائے کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول برحق ہیں، کیونکہ ان کے ہاتھ پر جو امور ظاہر ہو رہے ہیں وہ عام انسانوں کی طاقت سے بالاتر ہیں تائید خداوندی کے بغیر ان کا وقوع اور ظہور ممکن نہیں۔

حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو دو چیزیں عطا ہوئی ہیں ایک تعلیم اور دوسری تائید، تعلیم یہ ہے کہ وحی اور الہام کے ذریعے اپنے احکام سے مطلع کرنا اور تائید کے معنی ہیں دلائل و براہین سے ان کو قوت پہنچانا۔ اصل نبوت تعلیم ہے اور تائید نبوت کی دلیل ہے انبیاء کرامؑ کا سراپا پیکر عصمت و عفت ہونا، فہم و فراست، احساس ادراک، حسن صورت و حسن سیرت میں تمام عالم سے ممتاز ہونا، مستجاب الدعوات ہونا۔ قسم قسم کی برکات و کرامات کا ان کے ہاتھوں پر ظاہر ہونا یہ سب چیزیں تائید کے باب سے ہیں اور یہ تمام امور نبوت کے دلائل اور براہین کہلاتے ہیں۔(۹)

تمام صفات میں دو صفتیں امتیازی شان رکھتی ہیں، ایک صفت علم اور دوسری صفت قدرت جس طرح اللہ تعالیٰ، انبیاء کو ایسی صفت عطا کرتا ہے۔ جہاں تک کسی کے فہم و ادراک کی رسائی نہیں ہوتی۔ اس طرح ان حضرات کو ایسے خوارق اور معجزے عطا کرتا ہے جو تمام عالم کی قوت و قدرت سے بالا ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تمام عالم پر حضرات انبیاء کی صفت علم اور صفت قدرت دونوں کی فوقیت اور کمال ظاہر ہوجائے اور یہی معجزات ان حضرات کے غلبہ اور ان کے دشمنوں کے عجز و درماندگی کا سبب بنتے ہیں۔

معجزات سے کبھی مخالفین کو عاجز کرنا مقصود ہوتا ہے کبھی محض نبی کی تکریم و برتری مقصود ہوتی ہے اور کبھی اہل ایمان کو بشارت دینا اور ان کے دلوں کو سامان طمانیت بہم پہنچانا مطلوب ہوتا ہے قرآن کا ارشاد ہے۔

وما جعله الله الا بشریٰ لکم ولتطمئن به قلوبکم[۱۰]

کبھی ان لوگوں کو خواب غفلت سے جگانا مقصود ہوتا ہے جنہوں نے حق پر کان نہیں دھرا اور حکم الٰہی کی طرف توجہ نہیں کی۔ معجزے کو دیکھ کر یہ لوگ بھی آنکھیں کھولیں اور انبیاء کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ نبوت کی تصدیق کے لئے سب سے پہلی چیز "حسن ذوق" ہے۔ میٹھا پانی اور کھارا پانی شکل و صورت اور رنگ و بو کے اعتبار سے ایک ہوتے ہیں، لیکن ذوق کی مدد سے ان کے باہمی فرق کو محسوس کیا جاسکتا ہے، اسی طرح نبی برحق اور خود ساز نبی۔ گو بظاہر دعویٰ نبوت میں یکساں نظر آتے ہیں مگر صاحب ذوق دونوں کے آثار و خصائص سے ان کی تمیز کر لیتا ہے۔ جس نے شہد نہ کھایا ہو وہ موم اور شہد میں تمیز کیسے کر سکتا ہے۔ کھرے کھوٹے سونے کا فرق کسوٹی پر پرکھے بغیر کیسے کیا جاسکتا ہے، جن لوگوں کے دلوں میں اور روح میں خدا نے یہ کسوٹی رکھ دی ہے وہ یقین اور شک میں امتیاز کر سکتے ہیں اور پہچان سکتے ہیں کہ سچ کا مزہ کیسا ہے اور جھوٹ کا کیسا؟

دوسری چیز طلب ہے۔ جب تک دل میں کسی چیز کی طلب نہیں ہوتی، اس کی طرف التفات نہیں ہوتا جس کے دل میں صداقت اور راستی کی بھوک نہیں وہ غذائے روحانی کا طالب نہیں اور جب انسان کے دل میں طلب اور روح میں بیقراری پیدا ہو جاتی ہے تو وہ دلیل اور برہان سے بلند اور بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو پیاس لگی ہو، وہ پانی مانگے اور تم پانی کے گلاس کی طرف اشارہ کرو کہ یہ ہے پانی، تو وہ ہرگز تم سے اس دعوے پر دلیل نہیں مانگے گا اور یہ نہیں کہے گا کہ پہلے ثابت کرو کہ یہ پانی ہے، پھر اسے پیوں گا۔ وہ تو بے اختیار ہاتھ بڑھائے گا اور کسی بحث و تکرار میں پڑے بغیر پانی پی جائے گا۔

کوئی بچہ اپنی ماں سے یہ نہیں کہتا کہ پہلے اپنا ماں ہونا ثابت کرو پھر میں تمہارا دودھ پیوں گا۔

بات یہ ہے کہ جس کے دل میں حق کا مزہ اور چاشنی ہوتی ہے۔ اس کے لئے پیغمبر کی آواز اور دعوت ہی سب سے بڑی دلیل اور معجزہ ہوتی ہے۔ اس کی روح اندر ہی اندر سجدہ کرتی ہے اور وہ ظاہری نشانیوں کا طلب گار نہیں ہوتا۔

تیسری چیز "اتحاد جنسیت" ہے معجزات کا مقصد عام طور پہ معارض کو خاموش اور لاجواب کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ معجزات کا ظہور اکثر اس طرح ہوتا ہے کہ معاندین یہ سمجھ کر کہ پیغمبر کاذب ہے۔ اس سے کسی خرق عادت کا مطالبہ کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ ایسا نہیں کر سکے گا، لوگوں میں اس کی رسوائی ہو گی اور یہ اپنے دعوے میں جھوٹا قرار پائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر خرق عادت امر کو ظاہر کر دیتے ہیں تاکہ رسوائی اور فضیحت کے بجائے پیغمبر کی صداقت اور راست بازی سب پہ آشکار ہو جائے اور اسی بنا پہ معجزہ اس کے صدق پہ ایک نشانی اور علامت بن جاتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو ہستیاں براہ راست پیغمبر کے وجود سے اثر پذیر ہوتی ہیں، ان کو قبول اثر کے لئے معجزہ کی ضرورت نہیں، ابوجہل اور ابولہب معجزہ جمادات دیکھ کر بھی کافر ہی رہے اور ابوبکرؓ معجزہ دل سے صدیق اکبرؓ بن گئے۔ حضرت ابوبکرؓ محض دعوۂ نبوت سن کر ایمان لے آئے ان کی روح میں طلب حق کی جو روشنی تھی اس نے ان کو ظاہر کی ہر دلیل و برہان سے بے نیاز کر دیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت ابوعبیدہ یہ دیکھ کر اسلام لائے کہ ابوبکرؓ ایسا دانشمند اور راست باز انسان اس کی صداقت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں یہ کہہ کر کہ آپ جیسے اخلاق کریمانہ کا حامل انسان جو غریبوں کا مولیٰ، مسافروں کا ملجا اور قرض داروں کا ماویٰ ہے، کبھی اپنے وعدے میں جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمرؓ اور طفیل بن عمروؓ دوسی کلام ربانی سن کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، ضماد بن ثعلبہ نے کلمہ طیبہ سن کر ہی نعرہ حق بلند کر دیا اور حضرت عبداللہ بن سلام چہرۂ انور دیکھ کر ہی پکار اٹھے

کہ بلاشبہہ یہ نبی برحق کا چہرہ ہے۔

لیکن ایسے لوگ بھی تھے جو ان روحانی اور اخلاقی معجزات کے مقابلے میں ظاہری معجزات سے متاثر ہونے کی زیادہ صلاحیت رکھتے تھے، قریش کے بہت سے لوگ فتح روم کی پیش گوئی کو پورا ہوتے دیکھ کر ایمان لائے۔ ایک عورت نے دوران سفر آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ بہتے دیکھ کر اپنے قبیلے میں جا کر کہا اور اس عورت کے اس استعجاب نے پورے قبیلے کو مسلمان کر دیا۔

ایک شخص نے کہا میں اس وقت آپؐ کو رسول مانوں گا کہ جب کھجور کا یہ خوشہ آپ کے پاس آ کر آپؐ کی نبوت و رسالت کی گواہی دے۔ آپؐ کے اشارے سے اس خوشہ خرما نے آپ کی رسالت کی گواہی دی اور اس عجیب و غریب منظر کو دیکھ کر وہ شخص مسلمان ہو گیا۔

سراقہ جو ہجرت کے وقت حضورؐ اقدس اور حضرت ابوبکرؓ کے تعاقب میں گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا تھا، جب آپ کی دعا سے تین مرتبہ اس کا گھوڑا زمین میں دھنسا تو اس کو آپؐ کے برحق ہونے کا یقین ہو گیا اور اس نے گردن جھکا دی۔

اس پوری بحث و تمحیص کا خلاصہ یہ نکلا کہ: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں لوگوں کی ہدایت کے لئے جب کوئی نبی اور رسول بھیجا، تو اس کو ایسے اوصاف بھی عطا کئے کہ وہ ان لوگوں پر بھی اپنا نبی برحق ہونا ثابت کر سکے جو نور بصیرت سے محروم ہیں، اور جن کی نظر میں کسی حقیقت کو تسلیم کرنے اور نہ کرنے کا معیار صرف ظاہری اسباب ہی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، علم الکلام۔ ص: ۱۶۶

۲۔ امام راغب اصفہانی، الذریعہ فی احکام الشریعہ۔ ص: ۶۸

۳۔ ایضاً

۴۔ امام غزالی، المنقذ من الضلال۔ص : ۵۶، ۵۷

۵۔ علم الکلام ۔ ص: ۱۷۰

۶۔ القرآن ، ۲۸ : ۳۲

۷۔ القرآن ، ۲۰ : ۴۲

۸۔ حافظ تورپشتی۔ المعتمد فی المعتقد۔ص ، ۵۸

۹۔ المعتمد فی المعتقد۔ ص : ۵۸، ۵۹

۱۰۔ القرآن، ۳ : ۱۲۶